

انیسہ اور عروج!

ایدھی فاؤنڈیشن کی طرف سے عطیہ شدہ سفید چادروں میں یہ دولاشیں کس کی ہیں۔ کورے لٹھے سے باہر نکلے ہوئے پیروں کے انگوٹھوں پر کاغذ بندھا ہوا ہے۔ شائد مردہ انسان کے نام لکھے ہوئے نگے یا ہسپتال کی طرف سے نمبر لکھ دیا گیا ہو۔ یا شائد شاختی کا روڈ نمبر ہو۔ ویسے ہم تمام لوگ ادنیٰ پلاسٹک کے بنے ہوئے شاختی کا روڈ ہی تو ہیں۔ کسی قسم کے انسانی حقوق کے بغیر اس معاشرے میں سانس لینے کے لئے مجبور۔ عام سی تصویروں میں تو شائد ہم انسان سے نظر آتے ہیں۔ مگر تمام ذی الشعور لوگ جانتے ہیں کہ انسان کس طرح کے ہوتے ہیں۔ ریاست، ملک اور حکومت اپنے شہریوں کی کس طرح عزت کرتی ہے۔ مگر یہاں ہم ہر سطح پر ذلت کے اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ جب غیر ممالک میں جا کر عام شہری کے حقوق، آزادی اور عزت کو دیکھتے ہیں تو آنکھیں صرف آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔ کہ خدا! کیا تو نے ہمارے ملک کو جہنم کا کوئی حصہ بنایا تھا؟ بہر حال یہ لاشیں دو بچیوں کی ہیں۔ ایک کا نام عروج عباس ہے، جس کی عمر صرف اکیس برس کی ہے اور دوسرا انیسہ عباس ہے جو چوبیس سال کی ہے۔ اب سنئے۔ کہ ان معصوم بچیوں نے کتنا بڑا گناہ کیا تھا۔ شائد پندرہ بیس ارب روپے کا غبن کیا ہو، یا ہمارے روایتی قبضہ گروہوں کی طرح کسی کی قیمتی زمین پر قبضہ کر لیا ہو، یا انہوں نے کسی وزیر یا وزیر اعلیٰ یا بڑے آدمی کا فرنٹ میں بننا چاہا ہوگا۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ عروج اور انیسہ کا جرم بالکل کچھ اور ہے۔ انہوں نے زبردستی کی ہوئی شادیوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے طلاق مانگی تھی۔ ہوا کیا ہے۔ ان دونوں کے والدین پسین کے شہری ہیں اور دونوں بچیاں بھی پسین کی، ہی شہریت رکھتی ہیں۔ پچھلے برس، گجرات شہر کے نزدیک جدی گاؤں میں پسین سے لایا گیا۔ عروسی جوڑے دیے گئے۔ اور پھر اپنے فرسٹ کنزز سے نکاح کر دیا گیا۔ نکاح مکمل طور پر دونوں کی مرضی کے بغیر ہوا تھا۔ مگر وہی روایتی منہوس جذباتیت کے والد کی عزت کا سوال ہے۔ بس ہاں کر دو۔ ہمارے معاشرے میں ہوتا ہی ایسے ہے۔ مختلف حیلے بہانوں سے لڑ کیوں سے نکاح خواں کے سامنے ہاں کروادی جاتی ہے۔ یہاں بھی بالکل یہی ہوا۔ دونوں بچیوں کو زبردستی ان کے قریبی عزیزوں کے بچوں کے نکاح میں دے دیا گیا۔ خصتی نہیں ہوئی۔ کیونکہ مقصد، کوئی بہتر خانگی زندگی کی ابتداء کرنا نہیں تھی۔ بلکہ انھوں نے شوہروں کو پسین کی شہریت دلوانا تھا۔ خیز، اس جبری واقعہ کے بعد عروج اور انیسہ واپس چلی گئیں۔ موجودہ مہینے کے دوسرے ہفتے میں والدین انہیں بہلا پھسلا کر واپس پاکستان لے آئے۔ جب دونوں بچیاں، ایئر پورٹ پر پہنچیں تو قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ ہر قدم، انہیں موت کی گھاٹی کی طرف لے کر جا رہا ہے۔ گاؤں پہنچیں تو ان کے ماموں نے گھر بلایا۔ بڑے پیار سے کہا کہ یہ تمہارے خاوندوں کے امیگریشن کا غذات ہیں۔ ان پر دستخط کر دو۔ تاکہ یہ بھی پسین جاسکیں اور وہاں کے شہری بن جائیں۔ عروسہ اور انیسہ دونوں فیصلہ کر چکیں تھیں کہ ان جاہل مردوں کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتیں۔ کاغذات پر دستخط کرنے کی بجائے، اپنے خاندان والوں کو کہا کہ وہ طلاق چاہتی ہیں۔ ہرگز ہرگز امیگریشن کے کاغذات پر دستخط نہیں کریں گی۔ جواب گھر کے

افراد کے لئے ناقابل قبول تھے۔ قریبی ترین عزیزوں نے دونوں بچیوں پر بھر پور تشدد کیا۔ خوب مارا پیٹا اور زبردستی کا غذاء پر دستخط کروانے کی کوشش کی۔ جب عروسہ اور اپنیسے، اس ظلم کے سامنے بھی نہ جھکیں۔ تو پھر وہی ہوا جو ہمارے جیسے ادنیٰ معاشروں کا خاصہ ہے۔ دونوں حوا کی بیٹیوں کو بے ہیمانہ طریقے سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ قتل کرنے کے بعد، گھر کے تمام افراد بڑے آرام سے فرار ہو گئے۔ اور لاشیں دیسی کی دیسی بے کار فرنچ پر کی طرح چھوڑ گئے۔ خیر، ہونا کیا ہے۔ تھوڑی سی سرکاری کارروائی ہوئی، ایف آئی آر درج ہوئی اور بچیوں کی لاشیں ماں کے حوالے کر دی گئیں۔

یہ واقعہ دو دن قبل، گجرات کے نواحی گاؤں ہتھیال میں ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ killig Honour یعنی غیرت پر قتل کا واقعہ ہے۔ یہ خبراً یک دو دن کے لئے اہم رہے گی۔ پھر اس، امن پسند ملک میں کوئی اور مہیب حادثہ ہو جائے گا۔ نتیجہ یہ کہ دونوں بچیوں کے قتل کا دلخراش واقعہ کسی بھی اہمیت کا حامل نہیں رہے گا۔ پولیس رسمی کارروائی کرے گی۔ پیشہ و روزیل، عدالتوں میں کیس کو اس طرح الجھائیں گے کہ ثابت ہو جائے گا کہ اصل مجرم تو عروسہ اور اپنیسے تھیں۔ انہوں نے انتہائی خوشی سے اپنے سر پر پستول سے گولیاں ماری۔ اور پھر اپنے جسم کو گولیوں سے چھانی کیا اور نتیجہ میں خود ہی اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ میری بات لکھ لیجئے۔ دو چار سال کے عرصے میں ہمارے بیکار نظام انصاف میں تمام قاتل بری ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ فاضل نجح صاحب فیصلہ میں یہ بھی تحریر فرمادیں کہ یہ قتل بالکل نہیں تھا بلکہ خاندانی جھگڑے یا جائیداد کے مسئلہ پر دونوں بچیوں نے اپنے خاندان سے مالی فوائد لینے کی کوشش کی۔

ناکامی کی صورت میں اپنے ماموں اور عزیزوں کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ جوابی کارروائی میں، دونوں بچیاں اپنی غلطی کی بدلت ماری گئیں۔ سارا قصور صرف اور صرف عرونج اور اپنیسے ہی کا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ غیرت کے نام پر قتل کا مطلب کیا ہے۔ چلیئے، اس سے بھی سادہ سوال سامنے رکھتا ہوں۔ غیرت کا اصل مطلب اور مقصد کیا ہے۔ ایک قوم، جس میں ہر شخص دوسرے کی جیب کاٹنے پر مصر ہوں۔ جہاں کمزور آدمی کو کوئی حکومتی یا غیر حکومتی سہولت میسر نہ ہو۔ پورے کا پورا نظام ذاتی مالی فوائد پر کھڑا ہو۔ جہاں فخر سے کہا جاتا ہو کہ فالک کو پیسے لگا دیئے ہیں، یعنی با بکو رو شوت دے ڈالی ہے اور اب کام ہو جائے گا۔ جہاں قومی سطح پر چند ارب ڈالر قرض لینے کے لئے وزیر اعظم سے لے کر مالیاتی ٹیکم کا ہر فرد آئی ایم ایف کے ملازمین کے جو تے چکار ہا ہو۔ جہاں عوامی نمائندے چند کروڑ روپوں کے لئے اپنی سیاسی پارٹیوں سے غداری کے مرتکب ہوں۔ جہاں کے مدرسون میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جنسی زیادتی کا نشانہ بنتے ہوں۔ جہاں ہر ایک کو معلوم ہو کہ عدالت عظمی میں پھانسی لگنے کے بعد ملزموں کے کیس سننے کی باری آتی ہو۔ جہاں دودھ سے لے کر انسانوں تک میں ملاوٹ ہو۔ جہاں اسلام جیسے عظیم دین کو سیاست کے لئے استعمال کیا جائے، وہاں ذرا غیرت کا مطلب مجھے جیسے ناقص العقل کو سمجھا دیجئے۔

صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ خدارا، غیرت کا مطلب بتا دیجئے۔ اور پھر یہ صرف صنف نازک کے ساتھ ہی کیوں منسوب ہے۔ کیا غیرت صرف لڑکیوں کے ذاتی مسائل تک ہی محدود ہے۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ غیرت کے نام پر کسی مرد کو قتل کر

دیا گیا ہو، کم از کم خاکسار کو ایسا کچھ بھی کبھی نظر نہیں آیا۔ تو بتائیے نا، غیرت صرف اور صرف عورت سے ہی مسلک کیوں ہے۔ اس سے بڑی ناصافی کیا ہوگی کہ ہم ہر ظلم صرف اس طبق پر کرتے ہیں، جس کی اکثریت اپنی بھرپور حفاظت نہیں کر سکتی۔ جو سبتاً کمزور گردانا جاتا ہے۔ مگر صاحبان! میرے ایک معمولی سے کالم سے معاشرے کی سوچ تو تبدیل نہیں ہوگی۔ اس بخوبی خطا میں جو معاملات عرصہ قدیم سے ظلم کے دائروں میں چل رہے ہیں وہ ویسے ہی چلتے رہیں گے۔ ہمارے عظیم مذہب جسے میں دنیا کا سب سے بڑا فکری انقلاب سمجھتا ہوں۔ کیا اس میں عورت کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بالکل ہے۔ پھر کیا عورت اگر شوہر کو پسند نہیں کرتی، نکاح میں اس کی رضا مندی زبردستی ہوئی تھی، تو کیا اسلام طلاق کا حق عورت کو نہیں دیتا؟ بالکل دیتا ہے۔ نکاح کے دوران عورت کی بلا شرط رضا مندی، خاندان کی نسلی بقاء کی بنیاد ہے۔ عورت کو طلاق کا مذہبی، سماجی اور معاشرتی حق حاصل ہے۔ پھر یہ غیرت کے نام پر مسلسل قتل و غارت کس وجہ سے ہے۔ کیوں ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اصل میں ہمارے ذاتی مفادات ہمارے ہر فعل کو کنٹرول کرتے ہیں۔ دین کا نام تو بر سبیل تذکرہ لیا جاتا ہے۔

اب ایک تکلیف دہ پہلو کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ ہمارے تارکین وطن حد درجہ قابل عزت ہیں۔ وہ ہمارا قومی سرمایہ ہیں۔ ان کے دیئے ہوئے پیسوں سے ملک چلتا ہے۔ مگر ہمارے تارکین وطن کی اکثریت مغربی دنیا سے ہر فائدہ تو اٹھاتے ہیں۔ مگر فکری طور پر کبھی بھی وہاں کے سماجی رویوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ رہتے وہ نیویارک یا پیرس میں ہیں۔ مگر ان کے اندر، اپنے گاؤں یا قصبے کی طرح رہنے کا طریقہ بہر حال کسی طرح موجود رہتا ہے۔ مگر ان کی اولاد اس دو عملی کو قبول نہیں کرتی۔ وہ تو اپنے آپ کو مغربی ممالک کے حقیقی شہری سمجھتے ہیں۔ اور یہاں سے وہ کشمکش شروع ہوتی ہے۔ جس کا نشانہ عروج اور ایسے جیسی بچیاں بنتی ہیں۔ خدارا اپنی بچیوں کو جعلی غیرت کے نام پر قتل نہ کریں۔ شاید میری آواز کسی جگہ کا رگر ہو جائے۔ اور حوا کی بیٹیاں اپنی مرضی سے سانس لے سکیں۔

